Fikr-o-Nasar (Islamabad) 25:3 (1988)

سیرۃ النبیؐ جلد ہفتم

ڈاکٹر یوسف عباس ہاشمی

[سیرت النبیؐ جلد ہفتم ۔ اسلام کے سیاسی نظام* کے اصول و مبادی ۔ تالیف سید سلیمان ندوی، مجلس نشریات اسلام، کراچی ۱۹۸۲ء صفحات ۲۰۰ پیش لفظ مولانا ابوالحسن علی ندوی ۔ مقدمہ سید صباح الدین عبدالرحمن ۔ قیمت چوبیس (۲۴) روپیہ]

سید سلیمان ندوی مرحوم نے شبلی نعمانی مرحوم کے ابتدائی کام کو بڑھا کر چھ جلدوں میں سیرت طیبہ لکھ کر پیغام محمدی، تعلیمات نبویؐ اور شریعت اسلامی جیسے ضروری گوشوں کو اجاگر کیا ۔ شبلی نعمانی مرحوم کی دو جلدوں کے بعد تیسری، چوتھی ، پانچویں اور چھٹی جلدوں میں سلیمان ندوی مرحوم نے تاریخ کے علاوہ منصب نبوت ، عبادات اور اخلاقیات تک اس دائرہ کو وسیع کر دیا ۔

بقول علی میاں ، سید سلیمان ندوی مرحوم معاملات اور سیاسیات پر بھی ایک ضخیم کتاب مرتب کرنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر وہ اس موضوع کو قدرے تشنہ ہی چھوڑ گئے ۔ ظاہر ہے کہ اگر سیرت کے اس پہلو پر بھی سید سلیمان ندوی مرحوم کتاب مکمل کر جاتے تو شریعت اسلامی اور تعلیمات نبوی کی اور جامع ترجمانی ہو جاتی

---

* اس مقالہ میں مصنف نے تاریخ اسلامی اور اسلامی سیاسی نظام کے بعض نئے اور اہم پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ امید ہے کہ مقالہ کی اشاعت سے قارئین کو بحث و نظر کی ایک نئی جہت ملے گی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکه عصر حاضر کے مسائل کے پیش نظر مغرب کی سیاسی موشگافیوں کے جواب کی مدلل ضرورت تھی ۔

تقسیم هند، هجرت اور صحت کی غیر مستقل کیفیت غالباً اس کام میں بڑی رکاوٹ بنے ۔ مرحوم کا انتقال ۱۹۵۳ء میں کراچی میں هوا ۔

کتاب کے پیش لفظ میں جو ابوالحسن علی ندوی صاحب کا ہے اور مقدمه میں (جو ظاهر ہے صباح الدین عبدالرحمن مرحوم کا ہے گو که نام نہیں دیا گیا ہے) اس بات کا ذکر نہیں ہے که سلیمان ندوی مرحوم کی وہ یادداشتیں یا نوٹس جو مرحوم وقتاً فوقتاً لکھتے رها کرتے هوں گے وہ کس حالت میں اور کس ترتیب سے سید صباح الدین مرحوم کو ملے ۔

کتاب کے طباعتی اطلاع والے صفحه پر اس بات کا ضرور ذکر ہے که سلیمان ندوی مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر سلمان ندوی کی خصوصی اجازت سے یه کتاب شائع هو رهی ہے ۔ یه یادداشتیں دار المصنفین هی میں محفوظ هوں گی اور جب صباح الدین مرحوم نے اس کا بیڑا اٹھایا (اولاً جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ) تو وہ مواد انهیں وهیں دستیاب هو گیا هوگا ۔

زیر نظر کتاب کا مقدمه کوئی ۱۵ صفحات پر پھیلا هوا ہے ، مگر چند معروضاتی سطور کے علاوہ جو صباح الدین مرحوم کے اپنے الفاظ هیں باقی کی تمام تحریر کچھ اس طرح سے مرتب ہے که قاری یه کہه هی نہیں سکتا که کون سے خیالات ترتیب دینے والے کے هیں اور کون سے مؤلف کے ۔

یهی انکساری ، اور اعلیٰ ظرفی ہے جسے صباح الدین مرحوم نے اس کتاب میں اپنایا ہے ، یهی همارے اسلاف کا قابل فخر طریقه کار رها ہے ، تفاسیر ، احادیث اور فقه پر خود مستقل کتب تحریر کر سکتے

تھے مگر صرف حواشی اور حواشی در حواشی پر اکتفا کرتے رهے ۔ امام ابو حنیفہؒ کی اپنی تو کوئی تحریر هم تک نہیں پہنچی مگر ان کے دو شاگردوں، امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ نے جو مقام فقه میں اپنے استاد کو دیا ہے وہ هم تک کیسے پہنچا ؟ ۔ سیرت النبی جلد هفتم میں کتنی تحریر شاگرد کی ہے اور کتنے نوٹس استاد محترم کے هیں کوئی کبھی جان هی نہیں سکتا ۔ یه هماری موجوده نسل کے لئے ایک لمحۂ فکریه ہے ۔ هم نه صرف اپنے پیش رو مصنفین کے خیالات کے چربه اتارتے هیں بلکه بغیر تحقیق اور مطالعه کے مآخذ تک کے حوالے اس ڈھٹائی سے دیتے هیں جیسے که وه حوالے همارے تلاش کرده هیں ۔

زیر نظر کتاب میں بھی کشاف، طبری، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجه، بیہقی، طبرانی ، مسند احمد، کنزالعمال، فتح الباری (ابن حجر)، سیرت ابن هشام (ابن اسحاق)، طبرانی اور کتاب الخراج، حجة الله البالغه،قواعد الاحکام (عبدالسلام مصری) وغیرهم کے متعدد حواشی اور حوالے موجود هیں ۔

اغلب یہی ہے که یه حواشی اور حوالے سید سلیمان ندوی مرحوم کے نہیں کیونکه عام طور سے یادداشتوں میں حوالے قلمبند نہیں کئے جاتے ۔ اس لئے یه اخذ کرنے میں نه کوئی دشواری ہے اور نه کوئی برائی که حواشی ، حوالے اور ترتیب صباح الدین مرحوم کی کاوش کا نتیجه هیں ۔ تحقیق و کاوش سے دلچسپی رکھنے والے بخوبی جانتے هیں که متن میں جان حواشی اور متعلقه مآخذ کے حوالوں هی سے آتی ہے ۔

اسی ضمن میں ایک بات اور بھی سمجھ لینا ضروری ہے محقق کتاب شروع کرنے سے قبل اس کا ایک خاکه مرتب کرتا ہے اور اس کو ابواب میں تقسیم کرتا ہے ۔ بسا اوقات متن اور ابواب کی ترتیب بدل بھی جاتی ہے ۔ یہاں یه سوال زیر بحث لایا جا سکتا ہے که

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس شرح و بسط سے معاملات اور سیاسیات کا مطالعہ اس کتاب میں کیا گیا ہے کیا یہی عبارت من و عن سید سلیمان ندوی مرحوم کی تھی ؟ ظاہر ہے اگر ایسا ہوتا تو یا تو علی میاں اس کا اشارہ اپنے پیش لفظ میں کرتے یا پھر خود مرتب کنندہ اس کا بخوشی اقرار کرتے ۔

اب جبکہ ان یادداشتوں کی ترتیب ، وضاحت اور ربط صباح الدین مرحوم کی کاوشوں کا نتیجہ ہے اور جیسا کہ ہم سطور بالا میں کہہ آئے ہیں ، انکساری اور اعلیٰ ظرفی کا تقاضہ ہی یہ تھا کہ اس کا دور دور ذکر ہی نہ کیا جائے اور قاری اس انہماک سے پڑھے جیسے کہ سلیمان ندوی مرحوم کی تحریر میں کھویا ہوا ہے ۔

سیرت النبیؐ جلد ہفتم کے حوالے سے صباح الدین عبدالرحمن مرحوم پر جو مقالہ راقم الحروف کو لکھنے کا حکم ملا ہے وہ غالباً ان ہی متذکرہ بالا خیالات کی روشنی میں ہو ورنہ جب اصل مضمون اور مقدمہ کی تمام تر عبارت سید سلیمان ندوی مرحوم کی کاوش مان لی جائے تو پھر اس کتاب کے حوالے سے مرحوم عبدالرحمن پر لکھنے کو باقی کیا رہ جائے گا ۔

گو ہم یہ مانتے ہیں اور ظاہراً ہے بھی ایسا کہ تمام فکر اور نکات تو سلیمان ندوی مرحوم ہی کے ہیں ، مگر ان کی تالیف ، ان کا منضبط کرنا، ان کی تشریح ، ان کا ارتباط اور حواشی کا فراہم کرنا یہ سب صد لائق ستائش کام مرحوم صباح الدین عبدالرحمن کا ہی نظر آتا ہے ۔

آمدم بر سر مطلب :

عام طور سے معاملات کی حدود کا تعلق صرف امور دنیا سے سمجھا جاتا ہے مگر اس کتاب میں معاملات سے مراد وہ تمام احکام شریعہ ہیں جن کا تعلق ان تمام حقوق عباد سے ہے جن کی حیثیت قانون کی ہے ، جہاں معاملات اور مزاجر دونوں شامل ہیں (ص ۱۴) ۔

اس طرح معاملات کا تعلق حکومت کے ضابطوں اور قوانین سے بھی هوگا ۔ (سیاست مدنیّه) اس طرح اس کتاب میں معاملات کی تین وسیع تر اقسام کی گئی هیں ۔ یعنی معاشریات، اقتصادیات اور سیاسیات ، چونکه قدماء کی کتابیں موجوده تقاضوں کے اعتبار سے ان تینوں ضمن میں نصاً اکثر خالی هیں (ص ۱۷) اس لئے معاملات کی ان تشریحات کا جواب اس کتاب میں سے ذمه دارانه طور سے مهیا کیا گیا ہے هم آگے چل کر دیکھیں گے که نبی کریم علیه الصلوۃ والتسلیم) کے ان احکامات اور ان اقوال کی نشاندهی کی گئی ہے جن سے معاشیات ، اقتصادیات اور سیاسیات کے موجوده حل تلاش کئے جا سکیں ۔

اپنی بات سمجھانے اور وزن پیدا کرنے کے لئے دیگر مذاهب ، قانون سازوں کی بیچارگی ، جمهوریت کی ناکامی اور عادلانه نظام برپا نه هونے کے وجوه کا ذکر کیا گیا ہے اور اس طرح قانون الٰهی کی ضرورت کا واضح استدلال پیش کیا گیا ہے۔

ابن جریر (جامع) کے حوالے سے یه بات کهی گئی ہے که ان آیات سے مراد جهاں ناپ تول، لین دین اور خرید و فروخت ہے وهاں تمام انسانی معاملات پر وه ترازو، اور پیمانے ، پھیلائے جا سکتے هیں (ص ۲۱) ۔

آگے چل کر یه قاعده کلیه بیان کیا گیا ہے که چونکه انسان کے حالات اور ضروریات اور تقاضے نسلاً بعد نسلٍ کم و بیش یکساں رهتے هیں ، اس لئے ایک دائمی یکسانیت کے قانون کی ضرورت ہے نه که بدلتے هوئے انسانی قوانین کی ۔ ایک اور بات بھی ذهن نشین کرنا ہے۔ یه بات کیونکر مانی جا سکتی ہے که اسی ایک انسان کے لئے کهیں قومی فوقیت ، کهیں وطنیت اساس قانون ہے۔ حتی که قبائلیت اور صوبه واریت تک کو قانونی تحفظ ملتا ہے۔ فیشزم، نازی ازم اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امپیئریلزم ان ھی قوانین کی عکاسی کرتے ھیں (ص ٢٤) تو پھر عزالدین بن عبدالسلام المصری کی کتاب قواعد الاحکام فی المصالح الانام اور شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ کے حوالوں سے کتاب کے مقدمہ میں (جہاں صباح الدین مرحوم کا نام نہیں ہے) آخر میں یہ بات کہی گئی ہے کہ تمام انسانی قوانین کی بنیاد اللہ (خالق کائنات اور مالک الملک) کی رضا جوئی اور اطاعت اور زمین میں فتنہ و فساد اور عدم تحفظ اور عدم مساوات کے خاتمہ کے لئے ہونا چاھیئے (ص ٢٥) ۔

ظاھر ہے حکومت صرف ان ھی کی ھوگی (بین البراعظمی خلافت) جو قانون الٰہی کو تسلیم کرتے ھیں، اس لئے انسانی گروھوں کو چار اقسام میں بانٹا گیا ہے۔ اولاً وہ لوگ (مسلم) جو محمد (علیه الصلوۃ والتسلیم) رسول اللہؐ کے ذریعے بھیجے ہوئے قانون الٰہی کو آخری شریعت مانتے ھوں، ثانیاً وہ لوگ جو اس قانون کو تو نہ مانیں مگر جو کسی اگلے قانون الٰہی کو مانتے ھوں، قطع نظر اس کے کہ وہ اس وقت کتنا مسخ شدہ ھو (*) ۔ ان کی دو قسمیں ھیں، ایک وہ جو صحیفہ الٰہی کے ضمن میں اپنی کتب کھو نہ بیٹھے ھوں اور ایک وہ جو کھو بیٹھے ھوں۔ رابعاً وہ لوگ ھوئے جو سرے سے قانون الٰہی سے محروم رھے ۔

قبل اس کے کہ بات آگے چلے راقم الحروف ان چند اصطلاحات کی فنی اور لفظی نوعیت کو زیر بحث لانا چاھتا ہے جن کا استعمال اس کتاب میں کیا گیا ہے یا پھر عربی سے ترجمہ کی شکل میں جو متبادل اور دو الفاظ استعمال کئے گئے ھیں ۔ یہ بحث چونکہ خالص علمی اور فنی ہے ، اس لئے نہ تو سلیمان ندوی مرحوم اور نہ ھی

(*) یہاں مراد یہود و نصاری سے ہے مگر انھیں یہاں ذمی کیوں کہا گیا ہے یہ بات واضح نہیں۔ ذمی کا اطلاق ایک بت پرست اسلامی ریاست کے شہری پر بھی ہوتا ہے۔

صباح الدین مرحوم کی آراء سے اختلاف ہے اور نہ ان پر اعتراض۔ یوں بھی اس مقالہ کا مقصد صرف ان دونوں کی دینی اور علمی کاوشوں کا جائزہ لینا ہے۔

جہاں قرآن میں طالوت کیلئے ، مَلِک ، کا لفظ آیا ہے (۳۲ ۔ ۲) وہاں ترجمہ میں ، بادشاہ ، کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (ص ۳۳) اردو میں نہ صرف , مَلِک ، مستعمل ہے بلکہ اسلامی سیاست میں ، بادشاہ، کا لفظ اچھے معنوں میں نہیں دیکھا جاتا ۔ جہاں اللہ نے خود کو مالک الملک ، کہا ہے وہاں ترجمہ میں , مُلک ، کے بجائے سلطنت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (ص ۳۵ ۔ ۳۴) حالانکہ جب ہم نے ،سلطنت ، کا لفظ استعمال کر لیا ، تو گویا ہم نے خود کو علاقائی اور جغرافیائی حدود میں محدود کر لیا جو نہ صرف الٰہی حکمرانی کے تصور سے ہٹ کر ہے بلکہ خلافت الٰہی فی الارض کے تصور سے بھی دور ہے۔ جب اردو میں , ملک ، کا مفہوم عام فہم ہے تو پھر متبادل اردو لفظ غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ اللہ کے سیاسی وعدہ کی وراثت کا ذکر کرتے ہوئے (اعراف ۱۲۷) ، وارث ، کے لئے ، مالک ، کا لفظ استعمال کیا گیا ہے (ص ۳۶) حالانکہ لفظ وراثت/ وارث کافی تھا کیونکہ قرآنی اعتبار سے تمام امت بھی , مالک ، ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی ۔ سورہ نور کی مشہور آیات میں چند شرائط کے ساتھ اللہ تعالی امت محمدیہ سے دائمی، حتمی اور ابد الآباد تک کے لئے خلافت (نیابت) الٰہی کا وعدہ کر رہا ہے جیسے کہ ہم سے قبل انبیاء کی امتوں کی خلافت قائم کی تھی ۔ بعینہ ہماری بھی قائم کرتا رہے گا ، صرف ,, یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئاً ،، کی شرائط کے ساتھ یہاں , استخلاف ، کا ترجمہ , ملک کا حاکم ، کیا گیا ہے (ص ٦۵) ۔ خلیفہ ۔ خلافت کی بجائے حاکم کا لفظ لانا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصل میں اس دور کے علماء کو دقت یہ آن پڑی، خاص طور پر برصغیر کے علماء کو، کہ ایک جماعت نہ تو خلفاء ھی کو مانتی ہے اور نہ خلافت کی تنصیب کو۔ چنانچہ خلفاء راشدین کی اصطلاح وضع کرنا پڑی۔ اور اس طرح خلافت رسول کو آپ کے چار جانشینوں تک محدود کرنا پڑا۔ اور پھر یہاں تک کہنا پڑا کہ ,,خلافت ان چار خلفاءؓ کے بعد ختم ہو گئی، پھر یہ بھی کہنا پڑا کہ،، اسلامی نظام خلفــاء راشدین تک قائم رہا،، ۔ (۴۷) اکثریتی گروہ میں خود ایک جماعت ایسی پیدا ہوئی کہ اس نے حضرت عثمان کے نصف آخری دور پر خاصی تندوتیز تنقید کی۔ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت علی کا پانچ سالہ دور خانہ جنگی اور قتال میں صرف ہو گیا اسکے اسباب کیا تھے اور ذمہ داری کس کی تھی یہ الگ بحث ہے۔

خلفاء اربعہ کے دور کی کل مدت بمشکل ساڑھے اٹھائیس سال بنتی ہے۔ اس میں سے آپ (راقم الحروف کی خلافت کی معیاد صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے) اگر عثمانؓ کے چھ سال اور علیؓ کے پانچ سال نکالدیں تو صرف ساڑھے سترہ سال کا قلیل ترین دور خلافت باقی رہ جائے گا۔ اب اگر کوئی یہ باور کرے کہ رسول اللہ (علیہ الصلوۃ والتسلیم) کا لایا ہوا نظام ان کے بعد صرف ساڑھے سترہ سال اصل حالت میں چل سکا اور باقی کا تمام دور ملوکیت ، بادشاھت اور شہنشاھیت کا دور تھا تو پھر آپ ایسے نظام کو جامع اور دائمی کیسے کہہ سکیں گے ؟ جب کمیونسٹ ، سوشلسٹ، دھریہ اور مادہ پرست یہ کہتے ھیں کہ اگر خاتم الانبیاء کا لایا ہوا نظام اصل حالت میں صرف قلیل مدت تک چل سکا تو ، ایسے نظام کو ھمارا اسلام، تو آپ ناراض ہو جاتے ھیں۔ نظام محمدی کو ماہ و سال میں محدود کر کے ھم خود اعتراض کا جواز مہیا کرتے ھیں۔ ھم جوش میں یہ تک بھول جاتے ھیں کہ ھمارے اس مفروضہ کی اصل ذک کہاں اور کس

پر پڑتی ہے۔ اور پھر اللہ کے اپنے دائمی وعدہ کا کیا بنا ؟ میرے اعتبار سے تو وعدہ کا ایفا مدینہ سے شروع ہو کر کوفہ ہوتا ہوا دمشق ، بغداد ، قرطبہ اور استنبول ہوتا ہوا لا محدود وسعتوں پر پھیل کر صدیوں تک منکشف ہوتا رہا ۔ ہر عالم دین کو معلوم ہے کہ نبی (علیہ الصلوة والتسلیم) کے فرمان کے مطابق میں اگر اس حالت میں مروں کہ میری گردن میں کسی خلیفہ کی اطاعت کا طوق نہ ہو تو میں جہالت کی موت مروں گا ۔ میں ۱۹۲۲ء میں پیدا ہوا میرے خلیفہ عبد المجید ثانی ۱۹۲۴ء میں برطرف کر دیئے گئے ۔ آج ۱۹۸۸ء ہے۔ میرا کیا بنے گا ؟ میرے کانوں میں کم از کم جمعہ کے خطبوں میں عبد المجید ثانی کا نام ھی سنائی دینے لگے تو اللہ سے کہہ تو سکوں گا ۔

فاضل مولفین کے مطابق اگر ,, دنیا کے ہر گوشہ میں اس پیغام الٰہی کی دعوت و تبلیغ تا قیامت امت محمدیہ کا فریضہ ہے ،، (ص ۱٦۹) تو یہ فریضہ بغیر اجتماعی مرکزی نظام کے کون نافذ کرے گا ۔؟

ایک جگہ کہا گیا ہے کہ انبیاء کے علاوہ ائمہ زمانہ اور خلفاء کی اطاعت کا حکم بھی موجود ہے (ص ۱۸۷) ۔ فقہاء یا اسلام نے کہا ہو ، قرآن میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں ۔ ,, واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ،، کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے ۔ ,, اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اولی الامر کی اطاعت کرو ،، (ص ۱۸۷) ۔ حالانکہ قرآن یہ کہہ رہا ہے ,, اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحبان امر کی ،، ۔ آیت کا کمال فن یہی ہے کہ اولی الامر کو اپنی اطاعت منوانے کے لئے پہلے دو اطیعوا کا سہارا دکھانا پڑے گا ۔ صاحبان امر کی اطاعت مشروط ہونے کی وجہ سے ان کی کوئی اطاعت مجھ پر واجب نہیں ہے جب تک وہ خود احکام الٰہی کی اطاعت اور سنت رسول (علیہ الصلوة والتسلیم) کا اتباع اطاعت نہ کر رہے ہوں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سورہ تحریم کی پہلی آیت ہے۔ ,, اے نبی تو کیوں اس کو حرام کرتا ہے جس کو اللہ نے تیرے لئے حلال کیا "۔ گو مفسرین اس پر متفق نہیں ھیں کہ اھل بیت کا وہ کون سا مسئلہ تھا جس کی وجہ سے نبی کریم نے کوئی فعل یا عمل وقتی طور سے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا مگر اس پر سب مستفق ھیں کہ مسئلہ ازواج النبی کا تھا ۔ زیر نظر کتاب میں یہ بات یوں کہی گئی ہے ,, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو شریعت الٰہی کے مظہر تھے اور بندوں کو احکام الٰہی سے آگاہ فرماتے تھے اور اس حیثیت سے آپ کا ھر حکم حکم الٰہی ہے ، لیکن حکم الٰہی کے بغیر آپ نے ایک چیز کو اپنے لئے حرام قرار دیا تو عتاب الٰہی آیا " (ص ۱۹۳) ۔

عام طور سے اسلامی نظم مملکت اور طرز حکومت پر ھمارے موجودہ دانشور اسی نہج پر کتابیں لکھتے ھیں جو مغربی انداز تحریر و تالیف ہے ۔ مثلاً صدر ریاست ، اس کی اھلیت ، ذمہ داریاں اور جواب دھی ۔ پارلیمانی یا شورائی نظام اور اس کا دائرہ کار، انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ کا ذکر آتا ہے اور تقسیم اختیارات اور ان ھی خطوط پر اسلامی نظام کو پرکھا جاتا ہے ۔ قانون سازی کس کا حق ہے ۔ اجتہاد کا دروازہ کہاں تک کھلا ہے ۔ کیا قانون کی بالادستی ہے ، صدارتی نظام بہتر ہے یا پارلیمانی ، علی ھذا القیاس ۔

مگر اس کتاب کی خوبی ھی یہ ہے کہ گو اسلام کے اصول و مبادی سے بحث کی گئی ہے مگر خاکہ ان بنیادوں پر استوار نہیں کیا گیا ہے جو مروجہ طریقہ ہے ۔ بلکہ یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ مسائل چاھے اخلاقی ھوں یا معاشرتی ، اقتصادی ھوں یا سیاسی ، مذھبی ھوں یا دنیوی، ھر ضمن میں اولاً قرآن کی متعلقہ آیات فراھم کرکے ان سے استدلال کیا گیا ہے۔ جب قاری اور سمجھنے والے کا شعور تیار ھو گیا تو پھر نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی سنت و حدیث سے اس بات

کی مزید وضاحت کی گئی ۔ اس کے بعدایک قاعدہ کلیه وضع کیا گیا ۔

یہی اس کتاب کی خوبی ہے اور یہی اس کا منفرد اور ممتاز اسلوب ہے ۔ اس منفرد و ممتاز اسلوب کے چند نمونے قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ھیں ۔

صفحات ۲۸ تا ٦٦ قرآنی حوالوں سے اسلام میں حکومت کی حیثیت اور اهمیت واضح کی گئی ہے ۔

سورہ نور کی استخلاف کی مشہور آیة (نمبر ۷) سے استدلال کرکے که رسول الله (علیه الصلوة والتسلیم) نے خلافت الٰهی کی اپنے امتیوں کو بشارت دی (حالانکه الفاظ استعمال کئے گئے ھیں ,, دنیوی بادشاھت ،،) (ص ۲۷) جو صرف الٰهی قانون کے مطابق اس لئے بھی نافذ هوگی که الله کے نافرمانوں کو بذریعه قتال بھی راہ راست پر لایا جا سکتا ہے ۔

مفسرین نے دنیا کی بھلائی، علم و عبادت ، تندرستی ، روزی ، مال و دولت ، فتح و نصرت میں بتائی ہے ۔

طالوت کو , ملک ، اور داؤد علیه السلام کو خلیفه اور تمکن فی الارض کی اصطلاح استعمال کرکے مالک الملک نے حکومت ،قیادت، سیادت خلافت کا مطمح نظر مہیا کیا اور اس کا حقدار (وارث) صلحا اتقیاء کو بتایا ۔ یه بات بھی آیات ربانی سے واضح کی گئی که خلافت کا ختم هونا ، ظالم حکمرانوں کے پنجوں میں گرفتار هونا اور غیروں کی غلامی میں جانا خود مسلمانوں کے اپنے ھی اعمال کا نتیجه ھیں (ص ۳۹) ۔ خلافت کے قیام کو عزت اور چھن جانے کو ذلت کہا گیا (آل عمران ۔ ۱۴) (ص ۳٦) ۔

سورہ توبه ، فتح اور صف میں یه کہه کر که رسول آخر الزمان (علیه الصلوة والتسلیم) کو بھیجا ھی اس لئے گیا ہے که طریقه محمد کو تمام ادیان پر غلبه دیا جائے ، فتح مکه کے بعد ,, اذا جاء نصر ،، اور بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حجة الوداع ,, الیوم اکملت لکم دینکم ،، کہہ کر یہ بات بھی واضح کر دی کہ کس طرح سراج منیر اور مخبر صادق نے اپنے ۲۳ سالہ دور نبوت اور رسالت میں تمام سپرد کردہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا دیئے۔

یہاں ایک بنیادی بحث کی گئی ہے کہ قیام خلافت دعوت دین کا اصل مقصد نہ تھا بلکہ نفاذ احکام ، حقوق و فرائض اصل مقاصد ھیں اور خلافت ان کے حصول کا ذریعہ (ص ۵۲) ۔ آگے چل کر یہ استدلال بھی ہے ,, اسلام جس دن سے مذہب بنا اسی دن سے وہ سلطنت بھی ہے ،، اور اسلام ـ ـ ـ زمین کی خلافت لے کر اول ھی روز سے پیدا ھوا ،، (ص ۵۳) ۔

اب یہاں سے دین کی برتری اور قیام خلافت (سلطنت) کو وجہ بناتے ہوئے روساء مکہ کی اس پیشکش کو ٹھکرانے کا ذکر ہے جو ابو طالب کے ذریعے پہنچائی گئی تھی ۔ یعنی قیصریت اور کسرائیت کی بجائے اب اصلاح عالم کا سیاسی انقلاب برپا ھونا تھا (ص ۵۷) ۔

بیعت عقبہ میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی شرائط رد کرتے ہوئے رسول (علیہ الصلوۃ والتسلیم) نے صرف اپنی اعلان کردہ شرائط★ پر بیعت لی تھی یعنی اللہ کی وحدانیت ، خود اپنی اطاعت اور صلوۃ و زکوۃ کے نظام کا نفاذ ۔ حالانکہ ، عرب و عجم سے جنگ ، کی شرط کو مسترد کر دیا تھا مگر اس کتاب میں معلوم نہیں اس کو کیوں اھمیت دی گئی ہے ۔ (ص ۵۸) ۔

اس طرح رسولؐ نے انسانوں کے خود ساختہ قوانین کی بجائے قانون الٰہی کے نفاذ کی راہ ھموار کی ۔ ظاھر ہے ایک صالح جماعت کی فراھمی کے لئے کہیں سے تو کام شروع ھونا تھا ۔ اس طرح یہ کام عرب سے شروع ھوا ۔ پھر بذریعہ ھجرت مرکز حاصل کیا ۔ حدیبیہ کے

★طبقات ، ابن سعد ، جز ۳، ج ۲ (سخاؤ ۔ لائیڈن ۲۱ ۔ ۱۹۰۵) ص ۱۳۹ ۔

ذریعے مکه کی فتح هموار کی اور دین کا دائره وسیع تر هوتا چلا گیا ۔ ,, لیظهره علی الدین کله ،، کی ذمه داری صلح حدیبیه کے بعد اسلام کے دعوت نامے بھیج کر پوری کی ۔

دنیا میں جو عام سلطنتیں قائم هوتی هیں اب ان کا عام قاعده بتایا گیا ہے ۔ بربنائے جنگی صلاحیت فاتح ، خاندانی قوت ، قومی برتری وغیره ۔ نبی کریم (علیه الصلوته والتسلیم) نے صرف نیابت الٰهی کی بنیادوں پر معاشره اور ریاست کو استوار کیا (ص ۷۱) ۔ اس کیلئے دو شرائط وضع کی گئیں ۔

۱ ۔ مبنی بر اصول

۲ ۔ الله کی اطاعت اور اخلاص قلب ۔

آپ نے پستی و بلندی کی تفریق مٹائی ۔ وضع اور لباس کا فرق مٹایا ۔ نشست و برخاست میں تفوق و برتری ختم کی ۔ حتی که خود کو , سید ، کهه کر مخاطب کرنے سے منع فرمایا (ص ۷۷) ۔ معمولی چٹائی پر آرام فرماتے ۔ خوشحال اور تجارتی زندگی کو لازمی قرار دیا مگر اسراف بے جا پر پابندی لگا دی ۔

نجران کے عیسائی قبائل کو اپنی حکومت کی تولیئت میں صرف اس شرط پر لیا که وه سودی لین دین بند کر دیں گے ۔ حجة الوداع کے موقع پر اپنے چچا عباس کے سودی کاروبار بند کرنے کا اعلان فرمایا ۔ بیت المال کے اسراف میں صرف احکامات الٰهی اور عدل و انصاف کو ملحوظ رکھا ۔ ,, انما انا قاسم والله یعطی ،، ۔

روز مره کے دنیوی معاملات میں تو مشوره کر لیتے مگر ظاهر ہے که ملکی، دستوری اور شرعی معاملات میں مشوره کا سوال هی نهیں تها کیونکه وحی ربانی کارفرما تهی (ص ۸۵) ۔

برسر اقتدار طبقه کی رعونت اور کر وفر کی بجائے شفقت اور حلم سے کام لیتے ۔ لین دین، خرید و فروخت ، رهن و قرض ، تمام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاملات میں راست بازی اور ایفاء عہد سے کام لیتے ۔ تمام مہذب دنیا میں آج انکم ٹیکس کی چوری تمام حکومتوں کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ مؤلفین کا استدلال ہے کہ خوف الٰہی اور شرعی بنیادوں پر زکوۃ و خراج کا نظام قائم کرکے اس مسئلہ کا حل نکالا ۔ جرائم کا اعتراف آپ کے سامنے کیا جاتا اور بغیر رو رعایت کے انصاف فرماتے۔

اس کے باوجود آپ جرائم کی ٹوہ میں نہیں رہتے کیونکہ بحوالہ معاویہ ابن ابی سفیانؓ یہ معاشرہ کی بربادی کا باعث ہوتا ہے (ص ۱۰۷) ۔ جبکہ جائز عفو و درگزر سے عوام میں جذبہ خدمت اور جانثاری پیدا ہوتے ہیں (ص ۱۰۹) ۔

آپ کا یہ تمام اسوہ حسنہ آنے والے امراء اسلام کی تعلیم کے لئے عملی سبق تھا ۔ یہاں طرز حکومت کا سوال نہیں بلکہ اصول و مبادی کا مسئلہ ہے۔ مؤلفین نے اس باب کا اختتام صدیق اکبرؓ کے اس قول پر کیا ہے ,,عادل اور متواضع حاکم زمین پر اللہ کا سایہ اور نیزہ ہے " ۔

صفحات ۱۲۱ تا ۱۵۵ میں خلافت اور دین کے تعلق سے بحث کی گئی ہے۔ اس طرح کامل سپردگی (بمعنی ، اسلام) کی بنیادوں پر حکم الٰہی کی پابندی اور اطاعت رسول تمام خلفاء ، امراء اور عمال پر واجب ہے۔ اگر شب و روز کسی گوشہ میں بیٹھ کر یاد الٰہی کی جائے ، (غالباً اس سے مراد ، خانقاھی اللہ ھو ، سے ہے) تو ایسے لوگ اپنے فرائض سے غافل قرار پائیں گے (ص ۱۲۳) ۔

متعدد احادیث کے حوالوں سے خلفاء اور امراء پر باز پرسی کی ذمہ داری ڈال کر اس کو راہ نجات کا ذریعہ بنا دیا ۔ کلکم راع و کلکم مسئول ، فرما کر معاشرے کے ہر فرد پر اپنے اپنے دائرہ کار کی عظیم ذمہ داری ڈال دی ۔ اس طرح یہاں متعدد احادیث کا حوالہ دے کر یہ استدلال کیا جا رہا ہے کہ خلافت و امارت بھی دین کا حصہ

هیں (ص ۱۳۵) اور پھر تمام تر زور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر ہے۔

شہنشاہ اور بادشاہ کی بجائے سربراہ مملکت کیلئے اللہ نے خلیفہ اور حکومت کے لئے خلافت کے الفاظ استعمال کئے ہیں (ص ۱۴۱)۔ اگر راغب اصفہانی (مفردات ص ۱۵۵) کا استدلال تسلیم کر لیا جائے (جس پر راقم الحروف خوش ہے) تو پھر مؤلفین کے اعتبار سے، خلافت کے اصل معنی نیابت اور قائم مقامی کے ہیں (ص ۱۴۸) جو صرف حی لایموت ہی کی ہو سکتی ہے۔ آگے چل کر خود کہتے ہیں ,, اور یہی معنی اللہ تعالی کی نیابت کیلئے موزوں ہو سکتے ہیں ۔ " مالک الملک کی حیثیت سے جسے چاہے ملک دے ۔ ظاہر ہے وہی ملک ، خلیفہ یا وارث ہوگا۔ (سوال صرف یہی ہے کہ تمام امت کیسے ہوگی ؟)۔

نبی کریم (علیہ الصلوۃ والتسلیم) کا برپا کردہ یہ تصور خلافت امارت مادی اور روحانی ، اخلاقی اور سیاسی ، دنیاوی اور دینی تمام طریقہ ہائے کار پر حاوی ہے (ص ۱۵۵) ۔

صفحات ۱۵۶ تا ۱۷۴ میں امت مسلمہ کی بعثت سے بحث کی گئی ہے اور قرآن اور احادیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ آخری نبی کی امت بھی آخری ہوگی یعنی کہ نیابت الٰہی کی حقدار اور اللہ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ تا قیامت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے اس امت میں سے ایک گروہ ایسا پیدا ہوتا رہے گا جو خیر کی طرف بلائے گا اور شر و فساد سے روکے گا ، (اولئک ہم المفلحون) اگر امت کو قوم سمجھ لیا گیا تو امت بانجھ ہو جائے گی ۔ (ص ۱۷۱)۔

صفحات ۱۷۵ تا ۱۸۱ میں قوت عاملہ یا قوت آمدہ کا ذکر ہے۔ قانون کے نفاذ کے لئے سیاسی مبصرین نے حکومت کی متعدد اقسام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گنائی ھیں ، مثلاً اوتاری ، شخصی، زعیمی ، امرائی ، دستوری ، جمہوری ، ۔ نبی کریم (علیه الصلوة والتسلیم) نے جس خلافت کی بنا ڈالی اس میں ان اقسام کی خوبیوں کی جھلکیاں نظر آ سکتی ھیں۔

مؤلفین کا کہنا ہے که امت خلیفه کو اپنی قیادت اور نفاذ شریعت کے لئے منتخب کرتی ہے ۔ اس طرح اس طرز حکومت کو تسامحاً (By — Inference) دستوری کہه سکتے ھیں گو که خلیفه امت کے مشوروں کو ماننے کے لئے مجبور نہیں (ص ۱۷۹) (ظاھر ہے یہاں امت سے مراد ارباب حل و عقد یا شوریٰ ھوگا ۔ اس طرح خلافت کو صدارتی نظام کے قریب لایا جا رہا ہے ورنه وزیر اعظم تو پالیمان کے فیصله کا پابند ہے) اصل چیز حکومت کے امراء اور عمال کا تقوی ہے ۔

آخری صفحات میں (۱۸۲ تا ۲۰۰) اللہ کے اقتدار اعلی کا دوباره ذکر ہے اور اس کے سوا کسی اور کا حکم اسلامی مملکت میں نہیں چل سکتا ۔ یہاں دوباره اسلام کے حوالے سے ائمه زمانه اور خلفاء کی اطاعت کا ذکر ہے ۔ ھم سطور بالا میں یه کہه آئے ھیں که قرآن نے ان کی اطاعت کا ذکر نہیں کیا ہے ۔

آخر میں علامه آمدی (الاحکام فی اصول الاحکام) ابن ھمام حنفی (کتاب تحریر) قاضی بیضاوی (منہاج الاصول) اور دیگر معتدبه حوالوں سے یه بات واضح کی گئی ہے که چونکه اللہ تعالی کے تمام قوانین حکمت اور بندوں کی مصلح پر مبنی ھیں اس لئے اسی کا حکم ، حکم ہے ۔

زیر نظر کتاب میں اطاعت رسول (علیه الصلوة والتسلیم) کا بارھا ذکر کیا گیا ہے اور کلام ربانی کے حوالے سے اس پر عمل فرض منصبی بتایا گیا ۔ اگر اس ضمن میں سنة رسول کی چند مثالیں بھی دے دی جاتیں تو اطاعت رسولؐ کو سمجھنے کی بات اور آسان ھو جاتی ۔

مثالاً آپ اوامر میں صلوۃ ، زکوۃ ، صوم، قتال (یعنی جہاد) کو لے لیں تو رسولؐ کی تفصیلی سنت سمجھے بغیر ان پر عمل پیرا ہونا ناممکن ۔ کتنی نمازیں ، کتنی رکعتیں ، کتنے قیام و سجود ، کتنے فرض، کتنی سنتیں ، کون کونسی آیات ؟ صلوۃ الجمعه سے پہلے خطبه کی فرضیت زکوۃ کے تمام تشریحی قوانین فقہاء نے سنت رسولؐ سے ہی اخذ کئے ہیں ۔ روزہ رکھنے کی پابندیاں ، حلال و حرام ، صاحب صوم کے فرائض ، جہاد جارحانه ہوگا یا دفاعی ، جنگ کی تیاری ، کوچ ، صف آراء ہونا ، بعد از فتح مفتوح کے ساتھ سلوک ، شہری آبادی ، عورتوں اور بچوں کے ساتھ سلوک ، زرعی پیداوار کا تحفظ ۔ یہ سب باتیں کسی نے سکھائیں ۔ کس نے خود پہلے عمل کیا ؟

آپ اقتصادیات کو لے لیں ۔ چند عمومی ہدایات کے علاوہ قرآن خاموش ہے ۔ بیع ، بیع صرف، بیع سلم، شرکه، مضاربه ، ربو اور بیع کا فرق ۔ علی هذا القیاس ، ان کی تفصیل کہاں سے میسر ہوگی ۔ زندگی کا کوئی گوشه ایسا نہیں که ہمیں قدم قدم پر اللہ کے رسولؐ کی ہمه گیر سنت (یا ہدایات) درکار نه ہوں ۔

یہی السمیع، البصیر کی حکمت بالغه ہے که چونکه تمام احکامات انسانوں کے عمل کرنے کے لئے تھے ۔ پس یه لابدی قرار پایا که ان ہی کی طرح ,, جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گشت کرتا ہے ،، بحیثیت شارع اپنی سنت کے ذریعے تمام احکامات ربانی کی اولاً تشریح کرے اور پھر ان پر عمل کرکے بتائے تاکه دوسرے انسانوں کے لئے کامل نمونه ہو ۔ ظاہر ہے دین اور دنیا کی فلاح کا باعث ایسے ہی انسان کی اطاعت اور اتباع ہو گی ۔ سنت رسولؐ پر عمل کئے بغیر صراط مستقیم اور رضائے خداوندی کا حصول ناممکن ہے ۔ منشائے ایزدی کی ترجمان پیغمبر علیه الصلوۃ والسلام کی ذات والا صفات ہے آپ کی اطاعت عین اطاعت رب تعالی ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخر میں ہر دو حضرات (سید سلیمان ندوی اور سید صباح الدین عبدالرحمن) کیلئے دعائے مغفرت کرتا ہوں اور اس عظیم علمی و تحقیقی کاوش پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

●●●